ڈاکٹر سیدہ رقیہ

حبی کشمیریؒ صوفی اور شاعر

امام عارف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ طریقت ہی صراط مستقیم ہے جو سب راہوں سے زیادہ بڑا اور سب سے زیادہ اعلیٰ ہے اس لئے کہ راستہ کی شرافت یا دناوت اس کی غایت اور منزل مقصود کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جبکہ اس طریق کی غایت حق سبحانہ وتعالیٰ ہے جو اشرف موجودات واعز معلومات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے اس کا راستہ بھی سب سے اشرف وافضل ہوا اور جو شخص اس راستہ کا رہبر ہے وہ سب رہبروں اور رہنماؤں سے اکمل واعلیٰ ہے اور جو راستہ پر چلنے والا ہے وہ سب راستوں کے چلنے والوں سے زیادہ خوش نصیب اور سخاوت پانے والا ہے اسی لئے عقلمند کے لئے لایق ہے کہ اس راستہ کے سوا کسی راستہ کو اختیار نہ کرے کیونکہ اس کا تعلق اس کی ابدی سعادت اور راحت کے ساتھ ہے یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک صادق اور دوسرا صدیق یعنی ایک تابع وخادم دوسرا مخدوم ومتبوع۔ تابع کو مرید یا شاگرد کہتے ہیں اور مخدوم ومتبوع کو شیخ، استاد یا معلم کہا جاتا ہے[1]۔ کیا خوب تشریح فرمائی ہے امام عارف نے طریقت کی، مرشد کی اور مرید کی۔ واضح رہے کہ عصر جدید میں بعض لوگ طریقت اور تصوف میں کوئی اعتقاد نہیں رکھتے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو شریعت اور طریقت دو علیحدہ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں بالفاظ دیگر طریقت شریعت سے ہی ماخوذ ہے کیونکہ جہاں تک صوفیہ کی تصانیف کا تعلق ہے وہاں یہ بات مطالعے میں آجاتی ہے کہ تصوف کا اصلی مفہوم طاعات وعبادات، امر ونہی کی تعمیل، اتباع کتاب وسنت اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ کے سواء اور کچھ نہیں ایسا معلوم پڑتا ہے کہ دراصل

مسلمانوں میں ابتداء سے ایک گروہ ایسا موجود تھا جس نے تمام مقاصد دینوی سے قطع نظر کر کے اپنا نصب العین محض یاد خدا و ذکر الٰہی کو رکھا اور صدق وصفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد غالباً ان کے طریق عبادت کا نام تصوف پڑ گیا اور وہ خود صوفی کہلائے۔ بہر حال یہاں پر لفظ تصوف کے اشتقاق اور تحقیق لغوی کو بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ کشمیر کے ایک باکمال صوفی بزرگ حبیب اللہ جی نوشہری کشمیریؒ کے صوفیانہ مسلک، روحانی شخصیت اور علم و فن پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ کشمیر میں آٹھویں صدی ھجری کے آخری حصے میں میر سید علی ھمدانیؒ کی (با دیگر سادات کبار) مبارک تشریف آوری سے آفتاب اسلام پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ جس کی نورانی شعاعوں سے وادی کشمیر کا ذرہ ذرہ منور ہوا چنانچہ اسی زمانے سے اسلام کی آمد کے ساتھ ہی یہاں پر تصوف کی آبیاری کا سلسلہ بھی شروع ہوا تھا۔ جس کی چند خاص وجوہات تھیں ایک یہ کہ امیر کاروان حضرت امیر کبیر میر سید علی ھمدانیؒ خود بھی ایک بلند رتبہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ باکمال صوفی بزرگ تھے اور آپ کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے دیگر رفقاء کار بھی صاحب کشف و کرامات تھے جن کے دست حق پرست پر بیعت کر کے یہاں کے لوگ نہ صرف دائیرہ اسلام میں آ گئے بلکہ تصوف کے ثمر شیرین معرفت الٰہی اور حق شناسی کے اسرار و رموز سے بھی آشنا ہوئے۔ گویا نخل تصوف کے بیج تو اسی زمانے میں بوئے گئے تھے جو آہستہ آہستہ ایک تناور درخت کی صورت اختیار کرتا گیا اور اپنی ثمر بار شاخیں ہر دور میں پھیلاتا رہا مطلب یہ کہ ہر دور میں نہ صرف غیر ملکی صوفیاء کرام کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا بلکہ خود مادر کشمیر نے ہر دور میں اعلیٰ پایہ اولیاء کبار اور صوفیاء عظام کو جنم دیا جو تصوف کے مختلف سلاسل مثلاً کبرویہ، سہروردیہ، چشتیہ اور قادریہ وغیرہ سے وابستہ ہو کر آسمان تصوف کے درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ چنانچہ ان ملکی اور غیر ملکی صوفی بزرگوں میں چند کے اسمائے گرامی یوں ہیں۔ مولانا حافظ بصیر، مولانا محمد آنی، ملا فیروز مفتی، ملا الماس گنائی، ملا جوہر گنائی شمس الدین پال، شیخ حمزہ مخدومؒ، بابا داود خاکیؒ، ملا داوٗد طوسی، خواجہ حسن قاری، خواجہ اسحاق قاری، بابا علی رینا، مولانا میر افضل، مولانا نازین الدین علی دار، ابراہیم کول، خواجہ عثمان کول، میاں نعمت اللہ مولوی فیروز ثانی، خواجہ میرم بزاز، صوفی الھداد، مولانا صوفی علی، میاں یوسف، میرزا اکمل الدین

بدخشی، میاں غریب میاں علی، مولوی جعفر، ملا عبدالحی، شیخ محمد شافی، بابا نصیب الدین غازی، نور محمد گانی، شیخ باباوالی، میر محمد خلیفہ، شاہ قاسم حقانی، شیخ احمد کانہامی، خواجہ مسعود پانپوری، حاجی وتر بابا، شیخ محمد سعید، خواجہ محمد صادق، مولانا حسن آفاقی، شیخ داود مشکوتی، مولانا شمس الدین پال اخوند، ملا شاہ بدخشی، شیخ یعقوب صرفی ؒ، حبیب اللہ حبی نوشہریؒ، وغیرہ وغیرہ۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صوفیاء مذکور نے ہی یہاں پر اپنے اپنے دور میں جگہ جگہ دینی درسگاہیں اور خانقاہیں قایم کرکے اسلام اور تصوف اسلامی کی پیشرفت کے لئے بہت حدتک کوششیں کیں جو کافی بارآور ثابت ہوئیں چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنے کلام اور اپنی تصانیف میں صرف توحید وتصوف اور عرفان کے ہی نغمے الاپے جو اس وقت بھی خستہ دلوں کے لئے مژدۂ جانفزاء اور مبتدیوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسی زمانے میں بعض صوفی خانقاہوں میں موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں جس کی روایات آج تک برابر چلی آرہی ہے چنانچہ حبی کشمیری بھی ایسے ہی صوفیوں میں شمار ہوتے ہیں جو محفل سماع کے دلدادہ تھے۔ اس سلسلے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے بہتر یہ ہوگا کہ آپ کے حالات اور حیات کا تذکرہ کیا جائے۔

ولادت وروحانی سفر

آپ کا پورا نام خواجہ حبیب اللہ تخلص حبی، جائے ولادت نوشہرہ سرینگر کشمیر، سن ولادت ۹۶۳ھ ہے۔ آپ کا تعلق گنائی خاندان سے تھا جو اپنے زمانے میں علم وفضل میں یگانۂ روزگار مانا جاتا تھا۔ آپ کے والد خواجہ شمس الدین گنائی نے اپنی ذاتی نگرانی میں آپ کو دینی تعلیم کے علاوہ مروجہ علوم سے آراستہ کرانے میں بہ طریق احسن اپنی تمام ذمہ داریاں نبھائیں۔ جسکے نتیجے میں آپ نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اسی طرح باقی مروجہ علوم خاص طور پر فقہ، حدیث، علم احول اور فارسی زبان وادب میں بھی بہت جلد کمال حاصل کرلیا اور آپ کشمیر کے ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے۔ آپ کا آبائی پیشہ دوکانداری تھا اور مشہور ہے کہ آپ کی دکان میں زیادہ تر نمک بیچی جاتی تھی دستور کے مطابق آپ کے والد صاحب نے بھی پہلے پہل آپ کو دوکانداری کا کام سونپ دیا اور آپ اس کام سے اگرچہ ایک عرصہ تک وابستہ رہے لیکن ازل نے آپ

کی تقدیر میں ایک اور ہی دوکانداری لکھی تھی جس کا سامان آپ کو اپنے مرشد خاص شیخ یعقوب صرفی کشمیری ؒ (جامی ثانی) ملقب بہ ایشان صاحب کی خدمت میں میسر ہوا۔ ظاہری دوکانداری سے عدم دلچسپی کی بناء پر آپ کے والد صاحب نے آپ کو عملی مشاغل میں منہمک رہنے کے لئے پہلے ملا حسن آفاقی کی خدمت میں بھیجا۔ ان سے اکتساب فیض کرنے کے بعد آپ میر محمد خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میر محمد خلیفہ سماع کے بہت دلدادہ تھے اور آپ کے سلوک اور سماع کے اولین مرشد سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ مرشد موصوف خود حضرت صرفی کے تربیت یافتہ تھے لہذا آپ نے بھی ابتدائی نوعیت کی تربیت پانے کے بعد براہ راست حضرت صرفی کی خدمت میں روحانی تعلیم وتربیت اور ارشاد وہدایت حاصل کرنے کے لئے ان کے حلقہء ارادت میں شامل ہوگئے چنانچہ یہی وہ دربار ہے جہاں پر آپ کو ابدی سعادت نصیب ہوئی اور آپ اس سند روحانی کی خلافت کے مستحق قرار دیئے گئے جس کی آپ کو تمنا تھی۔ خلافت کا خرقہ پہن کر روحانیت کا ایسا چشمہ شریں بہایا جس سے کشمیر کے اور دیگر بے شمار سالکوں اور طالبوں نے نہ صرف اپنی پیاس بجھائی بلکہ آپ کے بعد آپ کی فروزاں کی ہوئی شمع عرفان کی روشنی قایم رکھی۔ آپ کے خلفاء کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے فیض پاکر روحانیت کے نمائندہ شہسوار بننے والے معروف تین حضرات کے نام یوں ہیں خواجہ زین الدین علی دار، اخوند مہدی علی، میر شمس الدین، ملک درویش محمد، خواجہ محمد صادق، خواجہ عبدالرزاق، سید محمد قندوری، خواجہ حسن، مولانا محمد نور، میر سید عوض رومی، ملک جہانگیر، خواجہ محمد یوسف خواجہ محمد یعقوب وغیرہ وغیرہ۔

سازوسماع میں دلچسپی

جبی کشمیری ؒ نویں اور دسویں صدی ھجری میں کشمیر کے آسمان تصوف پر ایک تابندہ ستارہ بن کر چمکے۔ آپ سلاسل تصوف میں سلسلہ کبرویہ سے وابستہ تھے جیسا کہ آپ کے مرشد حضرت صرفیؒ بھی اسی سلسلہ سے بیعت تھے۔ لیکن وہ سازوسماع کے قایل نہیں تھے چنانچہ اس سلسلہ کے بعض دیگر صوفیوں کے مانند آپ سازوسماع کے کافی دلدادہ تھے کیونکہ آپ کے نزدیک سماع بھی عشق بازی ہے۔ یہاں پر اس بات کا تذکرہ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اگرچہ شریعت میں سماع وساز کی اجازت نہیں مگر بعض صوفیاء کرام اس سے بھی روحانی لذت پاتے

ہیں چنانچہ اس سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودرازؒ کی یہ عبارت قابل غور ہے۔ ”خاندان کبرویہ کے لوگ سماع میں الا اللہ کی ضربیں لگاتے ہیں یہ سماع سماع نہیں بلکہ ذکر ہے اس میں جو کچھ اثر ہوگا ذکر کا اثر ہوگا نہ کہ سماع کا۔ سماع تو درحقیقت عشق بازی ہے اس میں ہردم معشوق کا خیال اور حضور ہونا چاہیے“۔ آگے لکھتے ہیں ”حضرت داؤد علیہ السلام پر سکینہ نازل ہونے کا ذکر قرآن مجید میں سورہ بقرہ میں مذکور ہے۔ جس وقت آسمان سے سکینہ نازل ہوا حضرت داؤد علیہ السلام خوشی کے مارے رقص کرنے لگے تھے۔“ سید موصوف آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے اور کثرت سے سماع سنا کرتے تھے حضرت خواجہ عثمان ہارونی بھی سماع کے دلدادہ تھے۔ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی بھی سماع بہت سنا کرتے تھے آپ کے زمانے میں بڑے بڑے مجتہد، مفتی و ملا تھے مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے خلاف زبان اعتراض کھول سکے۔ حضرت شیخ دینوریؒ بھی ہر سال اپنے پیروں کا عرس کیا کرتے تھے اور سماع سنا کرتے تھے۔ مصنف مذکور سید موصوف کے بقول سماع سننے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ قوال سماع شروع کرے اور صوفی آنکھیں بند کر کے نغمہ پر دل لگائے اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدینؒ اسی طرح سماع سنا کرتے تھے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وجد و رقص اور گریہ و بکا کے ساتھ سماع سنے۔ آگے لکھتے ہیں مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ دردمندوں کے واسطے سوائے سماع کے کوئی دوا نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بقول شریعت میں اپنے نفس کو ہلاک کرنا جائز نہیں چونکہ سماع دردمند دلوں کی دوا ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق دردمندوں کے واسطے سماع مباح ہے اور جو اہل درد مند نہ ہوں اہل نفس ہوں ان کے لئے سماع شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے“۔[۲]

حبی کشمیری چونکہ ایک دردمند دل رکھتے تھے اور مولائے حقیقی کے سچے عاشق تھے۔ سماع ان کی روحانی غذا تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدائی عمر سے ہی سماع کے دلدادہ رہے ہونگے اور آگے جاکر جب آپ تصوف و عرفان کے اعلیٰ مقام پر پہنچے تو اس دوران آپ کے ہاں ہمیشہ ساز و سماع کی محفلیں گرم رہتی تھیں حالانکہ آپ اپنے زمانے میں اس غیر شرعی فعل کو اپنانے کی بناء پر علما و فقہا کی بھری مجلسوں میں کئی بار طلب کئے گئے لیکن ہر بار آپ نے اپنے مدلل جوابات میں یہ بھی فرمایا کہ ہم عشق کے بیماروں کے لئے

سماع باعث شفا ہے[3]۔ آپ کے مطابق اگر سماع میں عشق حقیقی کا جذبہ موجود ہو تو قطعاً ناجائز نہیں کیونکہ ایسے سماع سے سالک پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ رقص کرنے لگتا ہے بلکہ کوئی شخص صاحب ذوق ہو تو وہ۔ بے شک سماع کا بھی شوقین ہوگا

بلی باشد کسی چوں صاحب ذوق

بودسوی سما عش ہم بسی شوق

اس طرح سے آپ نے اپنے اشعار میں اکثر جگہوں پر ساز و سماع کی وضاحت فرمائی ہے ساز و سماع سے آپ نہ صرف اس ظاہری دنیا میں اپنی باطنی مسرت پاتے ہیں بل؛ کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد دوسری دنیا میں بھی ایسے ہی آلات کے طلب گار ہونگے

مرا بے حبیب و شراب و رباب　　　قراری نباشد بدار اسلام

ساز و سماع آپ کی زندگی کا بہترین سرمایہ ہے جسے آپ متصوفانہ زندگی گزارنے کے لئے نہایت عمدہ اور مفید پیشہ سمجھتے تھے آپ کی نظر میں، ہی وہ خاص پیشہ ہے جو وصل محبوب کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

وصال و مدفن

حبی کشمیری ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۲۷ھ میں واصل بحق ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ سال کے قریب تھی آپ کا مقبرہ سرینگر کے محلہ نوشہرہ میں مرجع خاص و عام ہے۔ یہاں پر ہر سال ۱۹ ذی الحجہ کو عرس منایا جاتا ہے جس میں زائرین کا جم غفیر دو دن ذکر و سلام میں مصروف رہ کر فیض یاب ہو جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ کے بہت سے تبرکات اور نوادرات کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔

تالیفات و تعلیمات

خواجہ حبی کشمیریؒ جہاں روحانیت کے عظیم شہسوار تھے وہاں آپ عربی، فارسی اور کشمیری زبان کے بھی عالم و فاضل اور بلند رتبہ شاعر تھے۔ آپ فارسی کے صاحب دیوان شاعر ہونے کے علاوہ صاحب

تصانیف صوفی بزرگ تھے۔ آپ کی شاعری اور تصانیف میں عرفان وتصوف کا مشترک موضوں ملتا ہے آپ اپنے فارسی اشعار میں جبی یا حبیا تخلص کرتے تھے آپ کے کلام اور تصانیف میں صوفیانہ خیالات کا مفصل تذکرہ کرنے کی اس مقالے میں گنجائش نہیں کیونکہ اس کے لئے ایک باب نہیں بلکہ ایک کتاب درکار ہے ۔لہذا مختصراً اتنا کہنا کافی ہوگا کہ آپ کی دستیاب تصانیف میں مقامات، مراۃ الغیوب، رسالہ تصوف، راحتہ القلوب، تنبیہہ القلوب اور رسالۃ الا انصاف بہت مشہور ہیں۔ یہ ساری تصانیف تصوف وعرفان کے مسائل سے بھری پڑی ہیں۔ ذیل میں ہر ایک تصنیف کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مقامات

یہ جبی کشمیری کی منظوم فارسی تصنیف ہے جس میں آپ نے اپنے مرشد حضرت صرفیؒ کے احوال و کرامات قلمبند کیے ہیں اور راہ سلوک میں ایک مرشد کی رہبری اور رہنمائی کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب عارفانہ سوز وگداز سے لبریز ہے جس میں اشعار کی مجموعی تعداد ۲۲۵۰ ہے۔

رسالہ مراۃ الغیوب

اس رسالے میں فارسی نظم ونثر کی آمیزش ملتی ہے جس میں جبی نے تصوف سے متعلق مختلف مقامات مثلاً ذکر، وضو ربط قلب، رضا، وحدت، نفی خاطر، ہمت وغیرہ پر مدلل بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص ان منازل ومقامات کو مرحلہ وار طریقے سے طے کرے تو اس شخص اور حق تعالیٰ کے درمیان تمام حجابات ہٹ جاتے ہیں گویا شیخ اس مقام پر فنافی الحق ہو کر وجود باری تعالیٰ کے ساتھ مل جاتا ہے ۔ان حجاباتکی کل تعداد سات (۷) بتائی ہے جو سلسلہ کبرویہ کے صوفیوں کے نزدیک بہت ہی مشہور ہیں۔

رسالہ تصوف

یہ خواجہ جبی کشمیری نوشہریؒ کی مختصر تصنیف ہے اس کے آغاز میں آدم علیہ السلامؑ کے وجود کا تذکرہ

اس کی فضیلت و برتری کو تحریر کیا ہے یعنی دراصل آدم کو وجود میں لانے کا مقصد سید کائینات سرور دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مقدس تھا۔ جس کا نور تمام کائینات اور آسمانوں میں وجود آدم سے پہلے ہی موجود تھا بلکہ حق تعالیٰ نے اسی نور سے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی چنانچہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

گفت آدم کہ ز آدم زادم

در عالم اجسام بدم نہادم

چون تو بحقیقت نگری میدانی

پیدا شدہ از نور محمدؐ کردم

اس مختصر سے رسالے میں خواجہ حبّیؒ نے تصوف کے ایک اہم اصول یعنی ہر ایک جز اپنے کل کی طرف رجوع کرتا ہے اس حدیث پاک ''کل شی یرجع الیٰ اصلہ'' کے مفہوم میں وضاحت کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اس اصلی مقام کو پانے کے لئے ایک سالک کو اپنے رہبر یا مرشد کا دامن پکڑنا چاہیئے جو اسے عرفان الٰہی کے تمام مقامات کی سیر کرا کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے راہ حقیقت یعنی صراط مستقیم پر لے آتا ہے اپنے مرشد حضرت صرفیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں ''رہی پیری دستگیری کبیری بی نظیری کہ مثل او درین زمان مفقود بلکہ قرنہا نخواہد بود''۔ (ترجمہ) میرا پیر کیا ہی اچھا رہبر اور پیر ہے جو دستگیر ہے بزرگ و برتر ہے جس کا کوئی ثانی نہیں بلکہ اس جیسا اس زمانے میں ناپید ہے اور صدیوں تک بھی کوئی ایسا پیدا نہیں ہوگا۔

راحتہ القلوب

یہ تصنیف حبی کشمیریؒ کی فارسی نظم و نثر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ دیگر تصانیف کی طرح آپ نے اس تصنیف کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نعت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے اس کے بعد معرفت کے ان آٹھ آداب پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے ۱۔ صمت (خاموشی) ۲۔ تقلیل (کم خوردن) ۳۔ وضو ۴۔ نفی خاطر ۵۔ ربط ۶۔ قیامت صمت (شب بیداری) ۷۔ خلوت (تنہائی) ۸۔ ذکر۔

ذکر جو سلوک و معرفت کا آٹھواں اور آخری مقام ہے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ذکر حق (لا الہ

الا اللہ) سالک اور شیخ کے لئے باعث نجات ہے اس ذکر سے بندے کو کبھی بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے بلکہ ہر وقت ہر لمحہ اسی میں محو رہنا چاہئے آگے نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نماز معراج مومن است ،نماز تجلی مومن است ،نماز روشنائی چشم مومن است ،نماز کاظم چشم مومن است ،نماز نیاز مومن است، نماز نفس گداز مومن است ،نماز چراغ گور مومن است ،نماز پرنور آفتاب مومن است ،نماز روح و راحت مومن است ''۔ چنانچہ اس حقیقت کو اشعار کا جامہ بھی پہنایا ہے

در نماز صد ہزارراں روح و راحت حاصل است
سر این معنی بداند ہر کہ ایندم قابل است
در نمازت چشم روشن میشود گفتہ رسول
پیش چشم اہل باطن دان کہ ایندم واصل است
ہر نمازی کونباشد اندروسوزو نیاز
پیش من میدان نمازی اینچنین بی حاصلت بی حاصل است

تنبیہ القلوب

یہ خواجہ جی کشمیریؒ کی ایک اور منظوم فارسی تصنیف ہے اس کا موضوع بھی تصوف و عرفان ہے جس میں ایک مرید کے لئے مرشد کی اہم ترین ضرورت کو آشکار کیا گیا ہے یعنی سالک چاہئے کتنا ہی عالم و فاضل کیوں نہ ہو لیکن حق تعالیٰ کو پہچاننے کی سعادت اسے اپنے پیر کے ذریعے ہی نصیب ہو سکتی ہے اس حقیقت کا مفہوم سمجھانے کی غرض سے آپ نے ایک طویل منظوم حکایت کا سہارا لیا ہے۔ جس میں ایک کبوتر اور مرغے کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے دونوں پرندے (اپنے مرشد) ہدہد کی صحبت میں جاتے ہیں یہاں بطور مثال اس حکایت کے چند اشعار پیش خدمت ہیں ۔

بگفتار من نگویم ای کبوتر
کہ در عرفان منم از تو نکوتر
شہ ما ہداست و خیز جوئیم
بہ ہد ہد سر بسر این قصہ گویم

چگویداوبرای خود درین باب — که رای اوست روشن تر زمہتاب

اگراودرانبودی عقل روشن — چرا سلطان شدی برتو من

بسوی شاہ ہد ہد ہر دورفتند — چومشکلہای خودرا اورا بگفتند

پیرومرشد کی اہمیت کا تذکرہ کرنے کے بعد خواجہ حبی کشمیریؒ نے ساز وسماع کے جائز اور حرام قرار دینے پر بحث ومباحثہ کیا ہے۔

نسخہ رسالتہ الالفاف

یہ نسخہ عربی زبان میں تحریر ہوا ہے اس میں شریعت اور طریقت پر یوں گفتگو ملتی ہے راہ شریعت اپنانے والا گروہ عام مسلمانوں کا ہے اور راہ طریقت پر چلنے والا گروہ خاص مسلمانوں کا ہے شریعت کی پیروی کرنے والے اللہ کی راہ میں جدو جہد اور جستجو کرنے کی خاطر کسی مرشد کی رہبری کے قابل نہیں ہوتے جبکہ طریقت پر چلنے والے نہ صرف شریعت بلکہ طریقت کے اصولوں پر بھی کاربند رہتے ہیں مثلاً طریقت کا اولین اصول یہ ہے کہ ایک مبتدی کو پیر کی رہبری میں آنا چاہیئے کیونکہ بنا پیر کے وہ اپنی منزل پانے میں ناکام ہوگا۔ایک سالک کو عین الیقین اور حق الیقین کی حقیقت تب ہی معلوم ہوسکتی ہے جب وہ اپنے پیر کی صحبت میں سلوک کے مختلف منازل طے کرلے۔مختصر یہ کہ خواجہ حبی کی یہ تصنیف بھی تصوف کے اسرار ورموز کا ایک عمدہ ونادر نمونہ ہے اس کے آخر پر امیر کبیر میر سید علی ھمدانیؒ کی مدح میں اشعار کے علاوہ عشق حقیقی اور شراب معرفت کا تذکرہ ملتا ہے۔

صوفیانہ کلام

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ خواجہ حبی کشمیریؒ صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔آپ کے شعر وسخندانی کا اصلی جوہر عشق الٰہی اور عشق رسول اللہ ﷺ ہے۔چنانچہ آپ کا دعویٰ ہے

عشق تو در ازل
دردست مافتادہ چو

خالی زعشق نیست ازاں روی یک غزل

ظاہر ہے کہ آپ کا کلام عشق حقیقی اور معرفت وعرفان کا ایک بحر بیکران ہے جس میں حق شناسی کے لعل وگوہر کثرت سے موجود ہیں۔ آپ ہر ہر شعر سے عشق رب اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے اور یہی عشق وآرزو آپ کو ہر دو جہاں سے بے نیاز کر دیتی ہے نہ غم دینا نہ غم جنت بس ایک ہی آرزو ایک ہی جستجو کہ اپنے محبوب کا دیدار نصیب ہو جائے اور اسی کے ساتھ فنا ہو جائے

خواہم فنای خویش بسی از خدای خویش

لیکن بشرط آنکہ بہ بینم لقای دوست

اس دولت بیدار اور ابدی سعادت مندی کو پانے کی خاطر ایک سالک کو اپنے مرشد کے ہر حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے کیونکہ بنا مرشد کے اس کٹھن راستے کو طے کرنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ محال ہے چنانچہ فرماتے ہیں

مرد بے پیردرین رہ بہ جائی نہ رسد
نہ رسد تا کہ بہ یک راہ نمائی نہ رسد
ماشنیدیم وبدیدیم زہر کس ہر جا
کہ بلاواسطہ باشاہ گدائی نہ رسد

سالک کو چاہیئے کہ شب وروز عبادت الٰہی میں بسر کرے۔ اپنے نفس کا تزکیہ کرے اپنے باطن کو تمام دنیاوی تمناؤں سے پاک کرے تب ہی کہیں اس کی باطنی آنکھ وا ہو سکتی ہے اور وہ کارخانہ نہاں کے دریچہ میں جھانک سکتا ہے۔

بصارت بباید درین بارگاہ اگر کس رسید از بصارت رسید

یہی عشق وہ لازوال دولت ہے جس کا عکس خواجہ جیؔ ہر چیز میں دیکھ لیتے ہیں۔

در کون و مکان ہیچ نہ بینم جز عشق
پیدا و نہاں ہیچ نہ بینم جز عشق
حاشاز سر عشق غافل نہ مانم
چوں در دو جہاں ہیچ نہ بینم جز عشق

چشمہ معرفت اور گنج عرفان کی چابی حاصل کرنے کے لئے دل کو غیر کی یاد سے خالی اور زبان کو بے ہودہ گوئی سے لگام دینی چاہیے اس سلسلے میں حبیؔ فرماتے ہیں ؎

کلید مخزن عرفان اگر گویم دو چیز آمد
دل از یاد دگر حالی زبیہودہ زبان فارغ

ایسا کرنے کے بعد ہی ایک سالک کے دل پر نور تجلی کی پرتو نمائی ممکن ہو سکتی ہے۔ غرض یہ کہ حبیؔ کشمیری کا پورا کلام صوفیانہ معاملات اور عرفانی واردات کا مجموعہ ہے جس میں تصوف وسلوک کے تمام مراحل ومنازل کی نشاندہی کی گئی ہے اور ہر بندۂ خاص کو شراب معرفت سے اپنی پیاس بجھانے کی تلقین ملتی ہے شاعر موصوف کے اشعار نہ صرف اصول طریقت کے ہی موتی آبدار ہیں بلکہ شریعت کی غلامی میں بھی آپ فخر محسوس کرتے ہیں ؎

تن بہ شریعت غلام دل بہ طریقت خرام
جان بہ حقیقت مدام راہ شہادت گرفت

حواشہ

۱۔ روح تصوف (شرح اردو) از مولانا منشی محمد شفیع ص ۱۸۱

۲۔ روح تصوف افادت خواجہ بندہ نواز۔ ترجمہ سر حسن چشتی نظامی

ص۔۱۸۲۔۱۸۲۔۱۸۴۔۱۹۰۔۱۹۲۔۱۹۶۔۱۹۷۔

۳۔ تاریخ کبیر۔ ص ۱۸۲